Tauseeq, Volume. 5, Issue. 2
ISSN (P) 2790-9271 (E) 2790-928X
DOI: https://doi.org/10.37605/tauseeq.v5i2.8

Received: 27-12-2024
Accepted: 29-12-2024
Published: 31-12-2024

اقبال: شخصیت سازی میں شریعت اور طریقت کا دائرہ تحدید اور تاثیر

Iqbal: Scope and effectiveness of Shariah and Tariqat in personality development

محمد سلیم سرور*

ڈاکٹر ثمرہ ضمیر

Abstract:

Allah Almighty has made the man the best creature and has made special arrangements for his training in all stages from birth to death. Most of the poetry of the poet of the Allama Muhammad Iqbal, is the curriculum prescribed by God Almighty for the Muslim Ummah. In short, in the eyes of Iqbal, man is not helpless and but he is the master of choice and the maker of destiny. In order to wake up the sleeping Muslim Ummah, Iqbal has paid full attention to beautifying the basic unit of the society, the individual, and shaping his character. The so-called evils of Hinduism, Buddhism, and Christianity are naturally incapable of fighting against the human essence and force the human personality to suffer. As a result, these people do not give the true qualities of their personality a chance to emerge and flourish. There is a tradition in the inheritance of a person, and the tradition of Muslims is the complete tradition of Islam. For the believers of Islam, there is the light of guidance for the believers of the Qur'an and the Prophet ﷺ. It will be revealed.

Keywords: Iqbal and Religion, Shariah and Personality, Iqbal and Characterization

* پی ایچ ڈی ریسرچ سکالر، شعبہ اردو
نیشنل یونیورسٹی آف ماڈرن لینگویجز، اسلام آباد
رجسٹرار، فیڈرل اردو یونیورسٹی، اسلام آباد

انسان کو اللہ تعالیٰ نے بہترین مخلوق بنایا ہے اور اس کی پیدائش سے لے کر موت تک کے تمام مراحل میں اس کی تربیت کے لیے خصوصی اہتمام بھی فرمادیا ہے۔انبیاء کرام علیہم السلام نے خالق کا پیغام مخلوق تک پہنچا کر امین ہونے کا ثبوت دیا ہے۔انبیائے کرام بالخصوص آخری نبی حضرت محمد ﷺ کی تربیت کاملیت اور خاتمیت کی سند کے ساتھ انسانوں میں موجود ہے اور قیامت تک کے لیے محفوظ اور قابل عمل ہے۔

شاعر مشرق علامہ محمد اقبال کی شاعری کا غالب حصہ امتِ مسلمہ کے لیے رب تعالیٰ کے متعین کردہ نصاب قرآن کریم اور حضور نبی کریم ﷺ کی تعلیمات پر مشتمل ہے۔انسان سہل اور من پسند صورتوں میں تو اس نصاب سے مکمل طور پر مستفید ہوتا ہے لیکن جہاں اس کا امتحان ہو وہاں سے راہِ فرار اختیار کرلیتا ہے۔انسان کئی دفعہ اس نصاب میں سے مرضی کا مطلب لیتے ہوئے یا اپنی من چاہی کسی حجت کو بنیاد بناتے ہوئے تحرک کو چھوڑ کر ساکت پن کا مظاہرہ کرتا ہے جس کی اقبال نے بھرپور مخالفت کی ہے۔اللہ تعالیٰ نے انسان کو جس مخصوص ڈیزائن پر پیدا کیا ہے اس ڈیزائن کی شرح اقبال کی شاعری میں معبود اور بندے کے درمیان عبدیت کی صورت میں سامنے آتی ہے، مختصر یہ کہ اقبال کی نظر میں انسان بے بس اور لاچار نہیں بلکہ صاحب اختیار اور تقدیر ساز ہے۔اسی لیے اقبال نے سوئی ہوئی امتِ مسلمہ کو جگانے کے لیے معاشرے کی بنیادی اکائی فرد کو سنوارنے اور اس کی کردار سازی پر بھرپور توجہ دی ہے۔اقبال نے رہبانیت اور تصوف کے ابتذالی اور جامد پہلوؤں میں مبتلا ہو کر شخصیت کو غیر فعال ہونے سے بچانے کے لیے قرآنی نسخوں پر مشتمل تربیت کا مکمل ڈھانچہ فراہم کیا ہے۔

مجوزہ موضوع کے تحت اس مقالے میں جائزہ لیا گیا ہے کہ اقبال نے اپنی شاعری میں شخصیت سازی کے لیے جو کلیے دیے ہیں ان کا قرآن سے کس حد تک اور کس نوعیت کا تعلق ہے؟اقبال نے شخصی سطح پر شریعت اور طریقت سے مستفید ہونے کے کیا طریقے بتائے ہیں؟ مجوزہ مقالہ میں مذکورہ بالا سوالوں کو بنیاد بناتے ہوئے قرآن کے فراہم کردہ شخصی ڈیزائن کا اقبال کی شاعری کے تناظر میں تجزیہ کیا گیا ہے۔

قرآن اور مسلمان کا چولی دامن کا ساتھ ہے۔ایک سچا مسلمان قرآن کی ہم راہی کے بغیر ایک قدم بھی نہیں چل سکتا اور قرآن بھی اسے تنہا نہیں چھوڑتا بلکہ ہر مشکل سے مشکل گھاٹی اور تاریک سے تاریک راہ پر روشنی بن کر پیش پیش چلتا ہے۔قرآن کا موضوع انسان ہے اور دائرہ ءتحدید اس کی پیدائش سے لے کر موت تک پیش آنے والے امور سے بھی پرے تک ہے۔ہر انسان کے ساتھ کوئی صحیفہ ءحیات یا گائیڈ ضرور ہوتا ہے جو اسے فانی اور لافانی دنیا کی تمام پیچیدگیوں کا حل بتاتا ہے۔اگر یہ صحیفہ ءحیات نہ ہوتا تو پیش راہ مسائل کا تصفیہ نہ ہو پاتا اور کامیابی کی کلید نہ مل پاتی حتی کہ اپنے جسم کے اعضا کا درست استعمال بھی محال ہوتا۔قرآن کے بہترین صحیفہ ء حیات ہونے کی دلیل

آپ ﷺ اور اُن کے ساتھیوں کے مکارم اخلاق اور مدینہ جیسی مہذیب ترین ریاست کا وجود، جوامتِ مسلمہ کے ہر فرد کے لیے رہتی دنیا تک مثال ہے۔ قرآن کے ہدایت، رحمت اور علم ہونے کے متعلق سورہ اعراف میں ارشاد ہوا ہے:

"اور بلاشبہ یقیناً ہم ان کے پاس ایسی کتاب لائے ہیں جسے ہم نے علم کی بنا پر خوب کھول کر بیان کیا ہے، ان لوگوں کے لیے ہدایت اور رحمت بنا کر جو ایمان رکھتے ہیں۔"۱

کھول کر بیان ہونے والی یہ کتاب صرف ایمان والوں کے لیے ہدایت، رحمت اور علم ہے تو اس کتاب سے مستفید ہونے کے لیے ضروری ہے کہ پہلے کتاب والے کی یکتائی کا اعتراف کیا جائے۔

اقبال نے اس کتاب کا مبلغ بننے سے پہلے خدا کی یکتائی کا اور حضرت محمد ﷺ کا آخری نبی ہونے کا اعتراف کیا اور پھر بہترین رفیق اور راہنما کے طور پر اس کتاب اور سیرت مصطفیٰ کو ہم راہی بنالیا۔ اقبال کی ابتدائی تربیت میں ہی قرآن اس قدر حلول کر گیا تھا کہ بعد کی پوری زندگی میں ان کی زبان سے جو بھی رس کشید ہوا، اس میں سے قرآن کا ذائقہ برآمد ہوا۔ ان کی تربیت میں والدہ ماجدہ، والدِ گرامی اور مولوی میر حسن نے قرآن کو بطورِ نصاب اولیت دی۔ قرآن ایک مکمل نصاب ہے جس میں ہر مسئلے اور امر کا آسان اور مکمل حل موجود ہے۔ ایک دفعہ ان کے والد نے کہا اقبال جب امتحانوں سے فراغت پالو تو مجھے یاد دلانا میں آپ کو ایک تحفہ دوں گا۔ اقبال کو بھی اس بات کا شدت سے انتظار رہا اور وہ امتحانوں سے نکلتے ہی اپنے والد صاحب کی خدمت میں جا موجود ہوئے۔ انھوں نے کہا بیٹا:

"قرآن ایسے سمجھ کر پڑھو جیسے تم پر اس کا نزول ہو رہا ہو مطلب اللہ تعالیٰ تم سے کلام کر رہا ہے۔"۲

اقبال نے اپنے والد صاحب کی اس نصیحت کو زندگی کا حصہ بنالیا اور قرآن کو اس قدر سمجھ کر پڑھا کہ پوری زندگی اس کا ثبوت دیا۔ اقبال کا ماننا تھا کہ ایک مسلمان کی زندگی قرآن کے بغیر ممکن نہیں ہے۔

" گر تو می خواہی مسلماں زیستن
نیست ممکن جز بقرآن زیستن " ۳

اقبال ساری زندگی قرآن سے جڑے رہے اور اپنی شاعری کے ذریعے اس ہدایت کو دوسروں تک پہنچاتے رہے۔ انھوں نے اس بات کا دعویٰ کیا تھا کہ اگر میں قرآن کے سوا کچھ کہوں تو میری بات کو رد کر دیا جائے اور مسلمانوں کو میرے شر سے محفوظ رکھا جائے۔ اقبال کے والد گرامی نے تربیت کے ساتھ ساتھ اقبال کو قرآن سے ناطہ جوڑے رکھنے کی نصیحت بھی کی تھی۔ ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خان اپنی کتاب ''اقبال اور قرآن'' میں اس واقعہ کو یوں نقل کرتے ہیں:

> "چنانچہ انھوں نے ایک دفعہ کہا کہ ''میری محنت کا معاوضہ یہ ہے کہ تم اسلام کی خدمت کرنا''۔ بات ختم ہو گئی۔ ڈاکٹر اقبال کہتے تھے کہ اس کے بعد میں نے لاہور میں کام شروع کیا۔ ساتھ ہی میری شاعری کا چرچا پھیلا اور نوجوانوں نے اس کو اسلام کا ترانہ بنایا۔ لوگوں نے نظموں کو ذوق و شوق سے پڑھا اور سنا، اور سامعین میں ولولہ پیدا ہونے لگا۔ اُنھی دنوں میں میرے والد مرض الموت میں مبتلا ہوئے۔ میں ان کو دیکھنے کے لیے لاہور سے آیا کرتا تھا۔ ایک دن میں نے اُن سے پوچھا کہ والد بزرگوار، آپ سے جو میں نے اسلام کی خدمت کا عہد کیا تھا وہ پورا کیا یا نہیں؟ باپ نے بستر مرگ پر شہادت دی: ''جانِ من تم نے میری محنت کا معاوضہ ادا کر دیا۔"[۴]

اقبال نے معاوضہ ایک بار یا عمر کی ایک حد تک ادا نہیں کیا بلکہ باپ کی اس نصیحت کو حیات کا اولین اور اہم ترین فرض بنا لیا جسے عمر بھر قرض سمجھ کر ادا کرتے رہے۔ شخصیت سازی یا ایک فرد کی تربیت کا بنیادی اور پہلا مرحلہ یہ ہے کہ وہ قرآن کو سمجھ کر پڑھے بلکہ یوں سمجھیں کہ وہ اپنے خالق کے ساتھ ہم کلام ہے۔ ہم کلامی میں ایک عاجز بندہ اپنے خالق کو اپنا احوال کھل کر سنا سکتا ہے۔

ایک بچہ بول کر اپنے والدین کو اپنا دکھ سنا سکتا ہے اور ان سے اپنی ہر خواہش پوری کروا سکتا ہے۔ جس شخص نے اپنے خالق سے ملاقات کا سلیقہ سیکھا ہو وہ اُس سے ملاقات میں کیسے تشنہ لب رہ سکتا ہے۔ سچے، مخلص اور مناسب طریقے سے جائز ضرورت اس کے سامنے پیش کی جائے گی تو وہ کیونکر اس ضرورت کو نہ سنے گا؟۔ خالق اور مخلوق کے درمیان محبت کا انحصار ان کی ملاقاتوں سے وابستہ ہے، جتنی زیادہ ملاقاتیں ہوں گی اتنا ہی تعلق مضبوط ہوگا۔ ملاقات کی زبان قرآن ہے جو شخص اس زبان کو جتنا زیادہ سمجھتا ہے وہ اس سے اتنے ہی زیادہ معنی اخذ کر سکے گا۔ اس ملاقات سے معنی کے استنباط کا تعلق زبان فہمی اور ادب شناسی سے ہے۔ صحابہ کرامؓ تو عظیم ہستیاں تھیں جنھوں نے ملاقات

کا سلیقہ آپ ﷺ سے براہ راست سیکھا تھا مگر ان کے بعد بزرگانِ دین نے اپنے خالق کی ملاقات سے حظ اٹھانے کے لیے پہلے اس کلام سے مضبوط ربط پیدا کیا۔ان بزرگ ہستیوں نے نہ صرف خود کو اپنے خالق سے جوڑا بلکہ لاکھوں کی تعداد میں نابلد اشخاص کو بھی اپنے خالق کی ملاقات کے اہل بنایا۔ان بزرگ ہستیوں کا ذکر کریں تو اس کے لیے الگ سے ایک طویل بحث کی ضرورت مگر ہمارا موضوع صرف اقبال تک محدود ہے۔ یہ بھی ان عظیم ہستیوں میں سے ایک ہیں جنھوں نے اپنے خالق کی ملاقات کی زبان کو نہ صرف سمجھا بلکہ معنی کے استنباط کا ثبوت اپنے خطبات اور شاعری کی صورت میں دیا۔

قرآن کو سمجھ کر پڑھنے کا مطلب یہ ہے کہ پڑھنے والا اپنے خالق سے براہ راست ملاقات میں ہے۔انسان اپنی اس ملاقات میں جہاں اپنے خالق کو پہچانتا ہے وہاں وہ اپنے فرائض کے بارے میں بھی آگاہی حاصل کرتا ہے۔اس ملاقات سے وہ یہ جان لیتا ہے کہ وہ کون سے مدارج ہیں جن کو طے کر کے وہ اپنے خالق کا پسندیدہ بندہ بن سکتا ہے۔ جیسا کہ بالا سطور میں یہ ذکر کیا جا چکا ہے کہ قرآن پڑھنے سے پہلے بندہ اللہ تعالیٰ کو اپنا خدا مانتا ہے اسی طرح ملاقات کے بعد سب سے پہلے وہ اس بات کا اعتراف کرتا ہے کہ خدا میری ذات، عبادات اور زندگی وموت کا بھی مالک ہے۔

" قل ان صلاتي ونسكي ومحياي ومماتي لله رب العالمین۔"۵

اللہ تعالیٰ کو اپنا خالق مان کر قرآن پڑھا اور پڑھنے کے بعد جب سمجھ آئی تو اسے موت وحیات کا مالک مانا اور عبادات کا سزاوار جانا۔

"زندہ قوت تھی جہاں میں یہی توحید کبھی
آج کیا ہے، فقط ایک مسئلہء علم کلام
روشن اس ضو سے اگر ظلمت کردار نہ ہو
خود مسلماں سے ہے پوشیدہ مسلماں کا مقام" ٦

آپ ﷺ نے سب سے پہلا اعلان یہی کیا تھا کہ کہو: ''قُولُو لا الٰہ الا اللہ ''۔اقبال نے اسی سیرت کو اپناتے ہوئے ملت اسلامیہ کے افراد کو درس دیا کہ سب سے پہلے رب تعالیٰ کی پہچان حاصل کرو تاکہ تم اپنے مقاصد کو پہچان سکو۔درج بالا اشعار سے یہ بات سامنے آتی ہے کہ اگر توحید انسان کے کردار میں تبدیلی پیدا نہ کرے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ انسان کا اپنے خالق کے ساتھ رشتہ مضبوط نہیں ہے۔

اقبال کا یہ ماننا تھا کہ اگر انسان دنیا میں ترقی کرنا چاہتا ہے تو سعی و جستجو کرے، خدا سے لو لگائے اور محمد ﷺ کے بتائے ہوئے راستے پر گامزن ہو جائے دنیا اس کی پابوسی کرے گی۔ جو شخص زندگی آپ ﷺ کی سیرت کے مطابق گزارے گا وہ دنیا سے ممتاز ہو جائے گا اور دنیا کی ہر شے اس کا طواف کرے گی۔ آفتاب اس کا گردِ راہ بنے گا۔ ڈاکٹر طاہر فاروقی "اقبال اور محبت رسول ﷺ" میں اطاعت رسول کی اہمیت واضح کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

> "آپ ﷺ نے دنیا میں ایک نئے آئیں اور ایک نئے نظام کو رواج دیا اور تمام پرانی قوموں کی بساط الٹ دی۔ آپ ﷺ نے بتایا کہ دین کی کنجی سے دنیا کا دروازہ کھولو رو راہ راست پاؤ گے۔ سچ یہ ہے کہ آپ ﷺ کی ذات گرامی جیسا دوسرا کوئی فرزند مادرِ گیتی کے پیٹ سے پیدا نہیں ہوا۔ آپ ﷺ کی نظر میں پست و بلند سب برابر تھے۔ آپ ﷺ اپنے غلام کے ساتھ ایک دستر خوان پر بیٹھ کر ماحضر تناول فرماتے تھے۔"۷

آپ ﷺ کی ذات ایک بحر ذخار کی مانند ہے جس کی لہروں میں زندگی کی ہر موج رواں ہے۔ انھوں نے بوریے پر زندگی گزار اپنی امت کے قدموں میں قیصر و کسریٰ لا دیا، مادیت میں کھوئی ہوئی اس قوم کو فقر کے معنی سمجھائے اور بھوک برداشت کر کے دوسروں کو کھلایا۔ جہاد کے میدان میں سب سے پہلے ہاتھ میں تلوار لی اور راتوں کو امت کی فتح کے لیے دعائیں کیں۔ آپ ﷺ کی شخصیت اس کائنات کی بہترین شخصیت ہیں تو اقبال نے شخصیت سازی کے لیے آپ ﷺ کو بطور نمونہ امتِ مسلمہ کے سامنے رکھا۔

"در جہاں آئیں نو آغاز کرد　　　مسند اقوام پیش در نورد

از کلید دین در دنیا کشاد　　　ہمچو او بطن ام گیتی نزاد"۸

آپ ﷺ کی ذات کو اللہ تعالیٰ نے مکمل بنایا تھا اس لیے دنیا والوں کو خود ان کی پیروی کرنے کی تاکید کی۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے کلام قرآن مجید کو سمجھانے کے لیے اپنے نبی ﷺ کو عوام کے لیے رہبر بنا کر بھیجا تاکہ انسان دنیا میں بامراد اور آخرت میں زندگی کا وارث بن سکے۔ اللہ تعالیٰ نے سورہ نساء کی آیت ۸۰ میں آپ کی اطاعت کی یوں تاکید فرمائی ہے:

> "جو رسول کی فرماں برداری کرے تو بے شک اس نے اللہ کی فرماں برداری کی اور جس نے

منہ موڑا تو ہم نے تجھے ان پر کوئی نگہبان بنا کر نہیں بھیجا۔"۹

اقبال کے سامنے مسلمانوں کا سنہرا دور تھا جس کو دیکھ کر وہ موجودہ دور کے مسلمانوں کو جگانے پر پر لگے ہوئے تھے۔اقبال کو اس بات کا ادراک تھا کہ اس امت کو اللہ تعالیٰ نے دین فطرت پر مطلب حق پر پیدا کیا ہے اور کوئی دوسرا اس فطرت کو تبدیل نہیں کر سکتا۔

"فَاَقِمۡ وَجۡهَكَ لِلدِّيۡنِ حَنِيۡفًا‌ ؕ-فِطۡرَتَ اللّٰهِ الَّتِىۡ فَطَرَ النَّاسَ عَلَيۡهَا‌ ؕ-لَا تَبۡدِيۡلَ لِخَـلۡقِ اللّٰهِ‌ ؕ-ذٰلِكَ الدِّيۡنُ الۡقَيِّمُ ۙ-وَلٰـكِنَّ اَكۡثَرَ النَّاسِ لَا يَعۡلَمُوۡنَ۔"۱۰

قرآن کی مذکورہ آیت سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تو مشرکوں کے بچوں کو بھی حق پر پیدا کیا ہے مطلب وہ حق لے کر پیدا ہوتے ہیں مگر ان کے والدین انھیں دین حق سے دور کر دیتے ہیں۔ جیسا کہ غزوہ خیبر میں صحابہ نے مشرکوں کے بچوں کو قتل کیا تو آپ ﷺ نے ان کو تنبیہ فرمائی کہ بچے حق پر پیدا ہوتے ہیں انہیں قتل نہیں کرنا چاہیے تھا۔اقبال جانتے تھے کہ امت مسلمہ حق پر پیدا ہوئی ہے مگر دین سے دوری کی وجہ سے آج دنیا میں مغلوب ہے۔

مسلمان کا اس بات پر یقین ہے کہ دین و دنیا کہ علم سے خود کو آراستہ کرنا ضروری۔ علم نہ صرف انسان کو شعور بخشتا ہے بلکہ اخلاقی اوصاف اور کرداری اوزان سے بھی بہرہ ور کرتا ہے۔مذہبِ اسلام کا آغاز ہی 'اقرا' جیسے لفظ سے ہوا تھا مگر عصرِ حاضر کے ہر نوجوان مسلم نے اس سے منہ موڑ لیا ہے۔ شخصیت سازی کے لیے سب سے پہلے دینی علم اور پھر تازہ ترین دنیاوی علم حاصل کرنا از حد ضروری ہے۔آج کے شخص کے دینی اور دنیاوی علم سے ادراک کا جوہر غائب ہو چکا ہے اس کی بنیادی وجہ قرآن فہمی کی کمی ہے۔اقبال نے اس طرف نہ صرف توجہ دلائی ہے بلکہ اس علمی جوہر کے غائب ہو جانے کے نقصانات کا بھی تذکرہ کیا ہے:

"آتی ہے دمِ صبح صدا عرشِ بریں سے

کھویا گیا کس طرح ترا جوھرِ ادراک!

کس طرح ہوا کند ترا نشترِ تحقیق؟

ہوتے نہیں کیوں تجھ سے ستاروں کے جگر چاک؟

تو ظاہر و باطن کی خلافت کا سزاوار

کیا شعلہ بھی ہوتا ہے غلام خس و خاشاک؟ "۱۱

اللہ تعالیٰ بندے کی طرف صدا لگا کر پوچھتا ہے کہ تیرا ادراک کہاں غائب ہو چکا ہے؟ادراک وہ قوت یا جوہر ہے جس کی بدولت انسان علم حاصل کرتا ہے،اسی جوہر کی بدولت انسان حیوان سے متمیز ہوتا ہے۔ادراک اور علم دونوں صفات کو اللہ تعالیٰ نے اپنی طرف منسوب کیا ہے اور پھر اسی ادراک کے جوہر کے سبب اپنا نائب بنایا ہے۔جب اشخاص اپنے مقام و مرتبے سے غافل ہو جاتے ہیں تو متصف اوصاف سے مستفید ہونا بھی بھول جاتے ہیں۔جب ادراک کا جوہر نہیں ہو گا تو پھر ارزاں زندگی مقدر بن جائے گی۔امت مسلمہ کی غلامی کی جن غالب وجوہات کا اقبال نے ذکر کیا ہے ان میں سے ایک ادراک کے جوہر کا کھو جانا ہے جس کی وجہ سے یہ امت روحانی اور جسمانی طاقت سے محروم ہو کر ادنیٰ سی قوموں کے ہاتھوں مغلوب ہو چکی ہے۔ایک دور تھا جب علمی اور تحقیقی دنیا میں مسلم فلاسفر ز اور سائنس دانوں نے اپنا لوہا منوایا ہوا تھا۔اُس وقت یونان و روم اور مغرب کے نامی گرامی علمی قلعے مسلمانوں کی ایجادات کی طرف دیکھتے تھے مگر اب چار سو سال کا عرصہ گزرنے کو ہے مسلم ریسرچ لیبارٹریز خاموش پڑی ہیں۔امت مسلمہ کے قلعہ (پاکستان) کی بات کی جائے تو تحقیقی کند نشتری کی وجہ سے چھوٹی سے چھوٹی ضرورت کی شے کے لیے اپنے بعد وجود میں آنے والے ممالک کی طرف محتاج نگاہوں سے دیکھتا ہوا نظر آتا ہے۔مذکور بالا نکات کے تناظر میں یوسف سلیم چشتی یوں رقمطراز ہوتے ہیں:

> "اے مسلمان کیا بات ہے کہ تو اب نہ تحقیق (ریسرچ) اور انکشاف کی طرف مائل ہوتا ہے۔نہ کوئی شے ایجاد کرتا ہے نہ کوئی نئی بات دریافت کرتا ہے۔نہ دنیا کے سامنے کوئی علمی نظریہ پیش کرتا ہے۔نہ کوئی آلہ یا مشین بناتا ہے۔ گزشتہ ۳سو سال میں دنیا نے جس قدر ترقی کی ہے اس میں تیرا کوئی حصہ نہیں ہے۔کیا تو نے اس بات پر غور کیا ہے۔کہ اس کی وجہ کیا ہے؟آخر یہ کیا بات ہے کہ تو اپنے ملک کی قدرتی پیداوار سے استفادہ کے لیے بھی غیروں کا محتاج ہے؟تو اپنے تیل کے چشموں سے خود تیل کیوں نہیں نکالتا؟تو خود کیوں نہیں معلوم کرتا کہ تیرے ملک میں کون کونسی معدنی اشیا زیر زمین پوشیدہ ہیں۔اور تو اب ستاروں کے جگر

کیوں چاک نہیں کرتا۔یعنی طبیعات اور کیمیا اور دیگر سائنٹیفک علوم میں دادِ تحقیق کیوں نہیں دیتا؟"۱۲

علم کے بعد اگلا مرحلہ عمل کا ہے۔ عمل سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ بندہ حق پر قائم ہے یا حق چھوڑ چکا ہے۔اقبال کو اس بات کا بخوبی ادراک تھا کہ دنیا میں غالب آنے کے لیے پیدا ہونے والے دین کے ماننے والے اگر آج مغلوب ہیں اور پستی کی زندگی گزار رہے ہیں تو اس ناکامی کی وجہ براہ راست ان کے اعمال سے جڑت رکھتی ہے۔ عمل تو مسلم اور غیر مسلم دونوں کے لیے یکساں اہمیت کا حامل ہے مگر مسلمان کے لیے اس کی اہمیت اور بھی بڑھ جاتی ہے کیوں کہ وہ ان اعمال کو اصلاح کے سانچے میں ڈھال کر دنیا اچھی کر سکتا ہے اور آخرت سنوار سکتا ہے۔

"عمل سے زندگی بنتی ہے، جنت بھی جہنم بھی

یہ خاکی اپنی فطرت میں نہ نوری ہے نہ ناری ہے" ۱۳

اقبال نے قرآن سے عمل کی سرشت حاصل کی تھی اُنھیں معلوم تھا کہ دنیا اور آخرت صرف اور صرف عمل سے ہی بن سکتی ہیں۔صالح اعمال انسان کو اپنوں میں مقبولیت، غیروں میں رعب ودبدبہ اور حیاتِ جاودانی اور آخرت میں جزائے کثیر کی صورت میں نوازتے ہیں۔اقبال اپنی شاعری میں اول سے آخر تک عمل کا درس دیتے ہیں تا کہ مسلمان اپنے کھوئے ہوئے راستے (عمل) کو پھر سے اپنائیں اور دنیا پر دین حق کو غالب کریں۔ شخصیت سازی میں توحید، قرآن فہمی اور قابل ستائش تحقیقی علم کے بعد جو مرحلہ آتا ہے وہ عمل کا ہے۔جو شخص توحید سے بیگانہ، قرآن فہمی سے برگشتہ اور عمل سے نفور ہے اسے سمجھ لینا چاہیے کہ وہ اپنی پیدائش کے فطرتی ڈھانچے سے بہت دور ہے۔صاحبِ ایمان شخص اپنے علم کو عمل کی صورت عطا کرتا ہے تو آسمانوں سے آواز آتی ہے کہ تیرے عمل میں برکت دینا اور تیرے نقوش کو دوام بخشنا ہمارا کام ہے۔

"ہاتھ ہے اللہ کا بندہ مومن کا ہاتھ
غالب و کار آفریں، کار کشا، کار ساز
خاکی و نوری نہاد بندہ مولا صفات
ہر دو جہاں سے غنی، اس کا دلِ بے نیاز" ۱۴

یہ خاکی جب اپنے علم اور تحقیق کو عمل کے درجہ پر لے آتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس خاکی کے ارادے بن کر سامنے آتا ہے اور اس کے بنائے گئے تمام نقوش کو دوام عطا کرتا ہے۔اس صاحب عمل شخص کے ہاتھ میں طاقت، دماغ میں ذہانت، دل میں شوق اس قدر وافر مقدار میں آ جاتا ہے کہ یہ جس گرہ کے متعلق سوچتا ہے وہ کشا ہو جاتی ہے اور جس نقش کو ہاتھ لگاتا ہے وہ دوام حاصل کر لیتا ہے۔ بارہ صدیاں بیت جانے کے باوجود اندلس کی سرزمین پر مرد مومن کے عمل کے نشان زندہ وسلامت ہیں۔ان نشانوں کو جہاں ہر دور میں رفعت نصیب ہو رہی ہے وہاں صاحبِ ایمان لوگوں کے عمل میں یقین کے ذریعے برکت آ رہی ہے۔بظاہر عمل کرنے والا ہاتھ بندے کا ہی ہوتا ہے مگر ان ہاتھوں میں صفات مولا کی پیدا ہو چکی ہوتی ہیں جو اس عمل کو کامیابی اور دوام عطا کرتی ہیں۔

"مَنۡ عَمِلَ صَالِحًا مِّنۡ ذَكَرٍ اَوۡ اُنۡثٰى وَهُوَ مُؤۡمِنٌ فَلَنُحۡيِيَنَّهٗ حَيٰوةً طَيِّبَةً‌ ۚ وَلَـنَجۡزِيَنَّهُمۡ اَجۡرَهُمۡ بِاَحۡسَنِ مَا كَانُوۡا يَعۡمَلُوۡنَ۔"۱۵

"جو بھی نیک عمل کرے، مرد ہو یا عورت اور وہ مومن ہو تو یقیناً ہم اسے ضرور زندگی بخشیں گے، پاکیزہ زندگی اور یقیناً ہم انھیں ان کا اجر ضرور بدلے میں دیں گے، ان بہترین اعمال کے مطابق جو وہ کیا کرتے تھے۔ہم کسی نیک عمل کرنے والے کا اجر ضائع نہیں کرتے۔" مذکورہ بالا آیت سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے نیک اعمال کرنے والوں کے لیے جہاں آخرت میں بہترین اجر رکھا ہے وہاں دنیا میں بھی ان کے لیے احسن زندگی رکھی ہے۔اندلس اور برصغیر میں بہت سے ایسے نقوش ہیں جن کو کسی صاحب علم و عمل کے ہاتھ نے حیات و دوام بخشا ہے۔اقبال عصرِ حاضر میں تحقیق اور عمل کو مِس کر رہے تھے۔یہ وہ اوصاف ہیں جن کی وجہ سے شخص کی شخصیت بنتی ہے اور اس کے ہاتھوں سے وجود پانے والے نقوش دوام حاصل کرتے ہیں۔اس کے برعکس صورتِ حال یہ ہے کہ جس کی نگاہ دنیا کو پہچاننے سے قاصر مطلب تحقیق سے عاری اور بنیادی وصف ایمان سے بھی خالی ہوتی ہے۔

"روشن تو وہ ہوتی ہے، جہاں بیں نہیں ہوتی

جس آنکھ کے پردوں میں نہیں ہے نگہِ پاک!

باقی نہ رہی تیری وہ آئینہ ضمیری!

اے کشتہ ء سلطانی وہ ملائی و پیری!" ۱۶

اقبال امتِ مسلمہ کو یہی سکھانا چاہتے تھے کہ آنکھیں کھلی رکھنا ہی کافی نہیں بلکہ ان آنکھوں کو زمانہ شناس بنانا ہوگا تب جا کر زمانے کی باگیں آپ کے ہاتھ میں آئیں گی۔امت مسلمہ کے افراد کی زبانوں سے کلمہ تو رواں ہو رہا تھا مگر مطلب بھول چکے تھے۔ مسلمان جن اوصاف سے متصف ہے اگر ان کو ایمان کی حالت میں استعمال میں لائے تو مولائی صفات کا در آنا ضروری ہے۔غزوہ بدر کی مثالیں امت مسلمہ کے سامنے تھیں کہ جب صحابہ کرام کی مدد کے لیے اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کا نزول فرمایا اور کثیر جماعت کے مقابلہ میں مسلمانوں کو فتح مبین عطا فرمائی۔ایمان سے خالی نگاہیں دنیا کو صرف دیکھ سکتی ہیں نہ خود فتح حاصل کر سکتی ہیں اور حاصل کی ہوئی کامیابی سے مستفید ہو سکتی ہیں۔ برصغیر کے مسلمانوں کا بھی یہی المیہ کا تھا کہ ان کے دل خدا کی یاد سے خالی ہو چکی تھے۔خدا پر یقین رکھنے کی بجائے جعلی پیری فقیری کی طرف مائل ہو چکے تھے۔اس مفعولی حالت نے ان کو ساکت و جامد کر دیا تھا۔بے عملی اور بے راہ روی کی وجہ سے ان کے ہاتھ تلواروں سے خالی ہو گئے اور دلوں سے ایمان مفقود ہو گیا۔قرآن مجید کی صورت میں جو کتاب تیرے پاس ہے اس سے فایدہ اٹھا اور عمل کرنا سیکھ

"اے کہ میداری کتابش در بغل

تیز ترنہ پا بہ میدان عمل" ۱۷

صراطِ مستقیم ایک کامیاب شخصیت کا اثاثہ ہے۔اس کی بنیاد پر نہ صرف دنیا میں کامیابی حاصل ہوتی ہے بلکہ آخرت کے لیے بھی راستے ہموار ہوتے ہیں۔راہ راست سے ہٹ کر بے راہ روی کا شکار ہونے والا شخص صرف ایمان سے ہی ہاتھ نہیں دھوتا بلکہ خدا کی زمین پر خلیفہ بنے رہنے کا اہل بھی نہیں رہتا۔اقبال کے مذکورہ بند میں 'آئینہ ضمیری' کی ترکیب معنی سے بھرپور ہے۔جب ضمیر میں کثافتیں در آتی ہیں تو آپسی محبتیں نفرتوں میں تبدیل ہو جاتی ہیں۔ مسلمان اپنے مسلمان بھائی کے ساتھ خیر خواہی کا جذبہ رکھنے کی بجائے حریص طبع اور چاپلوس بن جاتے۔جس کی مثال انیسویں اور بیسویں صدی کے متحد ہندوستان میں سامنے آتی ہے ، مسلمانوں نے چھوٹے چھوٹے ذاتی مفادات کے لیے ہندو اور انگریز کی چاپلوسی کو پسند کیا جس کے عوض ذلت اور غلامی گلے کا طوق بن گئی۔ جس کی وجہ سے ان کو وقتی فایدہ تو شاید حاصل ہوا ہو مگر جڑیں اس قدر کھوکھلی ہو گئیں کہ کل کے حکمران آج کے قیدی ٹھہرے۔ شخص سے شخصیت کے مراحل میں سے ایک مرحلہ وہ سیدھی راہ بھی ہے جو باطن کو پاک رکھنے کی ترغیب دیتی ہے۔ باطن میں میل آجانے کی وجہ سے حکمرانوں میں وہ اوصاف در آتے ہیں جو ان کو

رعایا کی نظروں میں ذلیل اور دیگر اقوام کی نظروں میں ہیچ بنا دیتے ہیں۔ مسلمانوں کی شخصیت ان کے باطن خالی ہونے کی وجہ سے دم توڑ رہی ہے مطلب اشخاص تو ہیں مگر شخصیت سے خالی اور انسان تو ہیں مگر انسانیت کے وصف سے عاری۔ اسی شخصیت کو اللہ تعالیٰ نے مثالی طاقت سے متصف کر کے زمین پر اپنا خلیفہ بنایا تھا۔ سمندروں فضاؤں پر غلبہ پانے کی صلاحیت عطا کی تھی مگر اس خلیفہ نے اپنی طاقت اور حیثیت کو فراموش کر کے زمین پر ادنی سے ادنی قوم کی غلامی کو اپنا شعار بنالیا۔

"خوار از مہجوری قرآں شدی

شکوہ سنج گردش دوراں شدی

اے چو شبنم بر زمیں افتندہ

در بغل داری کتاب زندہ" ۱۸

اقبال کو انسانوں (مسلمانوں) کی سمجھ پر افسوس ہو رہا ہے کہ یہ لوگ آج بھی اس بات پر مصر نظر آتے ہیں کہ یہ تمام مشکلات زمانے کی گردش کا حصہ ہیں۔ جس طرح موسم بدل جاتے ہیں، انسان بچپن، جوانی اور بڑھاپے کے مراحل سے گزرتا ہے بالکل اسی طرح انسان کے حالات بھی تبدیل ہوتے رہتے ہیں مطلب ضروری نہیں کہ آج کا منعم کل بھی منعم ہی ہو اور آج کا حاکم کل بھی حاکم ہی ہو۔ اقبال کو اس حقیقت کا ادراک ہو چکا تھا کہ مسلمانوں کی اس دگرگوں حالت کی وجہ قرآن سے دوری ہے۔ قرآن کو مذہبی مجالس میں ثواب کی غرض سے پڑھنے کے علاوہ نصابِ حیات بنا کر جب پڑھا جائے گا تو جینے کا ڈھنگ خود بخود مل جائے گا۔ قرآن زمین پر موجود واحد کتاب ہے جو مایوسی سے پرامیدی اور ناکامی سے کامیابی کا راستہ دکھاتی ہے۔ آپ ﷺ اور ان کے ساتھیوں کی زندگیوں کا مطالعہ کیا جائے تو وہ ہر معاملے کو قرآن کی مدد سے حل کرتے ہوئے نظر آئیں گے۔ مسلمانوں کو دین فطرت پر پیدا کیا گیا ہے اس لیے قرآن کے ساتھ ان کا تعلق فطرتی ہے۔ 'فطرت اللہ' کی وضاحت کرتے ہوئے مولانا ابوالکلام آزاد اپنی کتاب ''تصور قرآن'' لکھتے ہیں:

"فطرت اللہ: قرآن کہتا ہے کہ یہی راہ عمل جو اس نے مقرر کی ہے، دوسرے قوانین فطرت کی طرح نوعِ انسانی کے لیے ایک قانون فطرت ہے اگر تم اس سے فیض حاصل کرنا چاہتے ہو

تو اس پر چلو۔ یہ خدا کا ٹھہرایا ہوا راستہ ہی فطری دین ہے ایسا قانون ہے جس میں کسی کے لیے تبدیلی نہیں ہوتی ایسا دین ہے جسے تمام انبیاء نے اختیار کیا اور تبلیغ کی یہی وہ مذہب ہے جس کو قرآن ''اسلام'' کا نام دیتا ہے یعنی خدا کے ٹھہرائے ہوئے قوانینِ حیات کی فرمانبرداری کا راستہ۔"١٩

خدا پرستی اور قرآن فہمی کا مادہ رکھنے والی شخصیت خود میں خدائی صفات ضرور تلاش کرے۔ جس طرح خدا غالب و حکمت والا ہے اسی طرح اس کا نائب بھی دنیا میں غلبہ پانے والا ہے بشرطیکہ اس کا نظام رائج کرے۔

"میرے لیے ہے فقط زورِ حیدری کافی!
تیرے نصیب فلاطوں کی تیزیٔ ادراک
میری نظر میں یہی ہے جمال زیبائی!
کہ سر بسجدہ ہیں قوت کے سامنے افلاک
نہ جلال تو حسن و جمال بے تاثیر
ترا نفس اگر نغمہ ہو نہ آتش ناک!" ٢٠

مردِ حق کے لیے ضروری ہے کہ وہ جمال سے پہلے جلال طلب کرے۔ درج بالا اشعار میں اقبال نے حضرت علیؓ کی مثال دے کر بات کو دو ٹوک الفاظ میں واضح کر دیا ہے کہ دنیا کو تسخیر کرنے کے لیے روحانی طاقت چاہیے نا کہ افلاطون کی سی ذہانت۔ تعمیر ذات میں روحانی بالیدگی از حد ضروری ہے۔ جس طرح ایک صحت مند جسم میں ایک صحت مند دماغ ہوتا ہے بالکل اسی طرح مضبوط روح کی بنیاد پر اچھی شخصیت کی دیواریں کھڑی ہوتی ہیں۔ اس مضبوط شخصیت کے سامنے آسمان بھی سجدہ ریز ہوتے ہیں۔ حضرت علیؓ نے قلعہ خیبر کو فتح کیا اور اسی طرح حضرت عمرؓ نے بائیس لاکھ مربع میل پر حکمرانی کی ہے۔ یہ کارنامے روحانی طور پر تعمیر شدہ شخصیات کے فضائل ہیں۔ اقبال جمال کو بھی سراہتے ہیں اور اسے بھی شخصیت کا حصہ مانتے ہیں مگر جلال کے ساتھ۔ جلال کے بغیر جمال بے ذائقہ چیز بن کر رہ جاتا ہے۔ جلال کا بالواسطہ تعلق روح کے ساتھ ہے اور روح کی مضبوطی سے ہی اصل سلطانی ہاتھ آتی ہے۔ اقبال ضرب کلیم میں جلال، روح اور سلطانی کے تعلق کی یوں صراحت کرتے ہیں:

"کسے خبر کہ ہزاروں مقام رکھتا ہے وہ فقر جس میں ہے پوشیدہ روحِ قرآنی

خودی کو جب نظر آتی ہے قاہری اپنی یہی مقام ہے کہتے ہیں جس کو سلطانی

یہی مقام ہے مومن کی قوتوں کا عیار اسی مقام سے آدم ہے ظل سبحانی

کیا گیا ہے غلامی میں مبتلا تجھ کو کہ تجھ سے ہو نہ سکی فقر کی نگہبانی " ۲۱

قرآن کے نصاب میں اپنے ماننے والوں کے لیے ایسا نظریہ حیات ہے جس میں سے انسانی شخصیت باقی اوصاف کے ساتھ ساتھ فقر کا وصف بھی حاصل کرتی ہے۔ فقر انسانی روح کا وہ زیور ہے جس کی بدولت مضبوط شخصیت اپنے باطن کو اس قدر مزین کر لیتی ہے کہ ظاہر کو مادیت سے مخلط کرنے کی ضرورت نہیں رہتی۔ باطن پاک ہوگا اور ظاہر طمع و حریص سے دور ہوگا تو دنیا کی بادشاہت خود بہ خود مقدر بنے گی۔ اقبال کو عصرِ حاضر کے مسلمان میں یہ کمی نظر آئی کہ وہ اپنے فقر کا دفاع نہیں کر سکا جس کی وجہ سے محکومی اس کا مقدر بنی ہوئی ہے۔ ڈاکٹر غلام عمر خان اپنی کتاب ''اقبال کا انسان کامل'' مادیت اور فقر کے تعلق کی وضاحت یوں پیش کرتے ہیں:

"اقبال کے نزدیک شخصیتِ انسانی کی نشو و نما کا انحصار اس پر ہے کہ انسان راہ حیات کی سب سے بڑی مزاحمت، عالمِ محسوس یا فطرت کی قوتوں سے علاقہ پیدا کرے مظاہر فطرت کا علم حاصل کر کے ان کی تسخیر کرے، اور ان قوتوں کو اپنی ذات میں جذب کرے۔ اقبال کا مردِ کامل مادی قوتوں کی تسخیر اس لیے کرتا ہے کہ یہ قوتیں روح کے مقصد کی راہ میں ایک ذریعہ کی حیثیت سے اس کی معاون و مددگار ہوں۔ مادہ یا فطرت کی قوتوں کو وہ اپنے ایک خادم کی حیثیت سے استعمال کرتا ہے۔، وہ ذاتی حیثیت میں ان کا محتاج نہیں، اور مادہ میں اس کے لیے کوئی کشش نہیں۔ مردِ کامل مادہ کی تسخیر کرتا ہے، لیکن اس کو حقارت کی نگاہ سے دیکھتا ہے۔ اس طرح فطرت کی قوتوں سے مستحکم ہو کر، وہ اقلیمِ قلب یا روح کا اثبات کرتا ہے۔"۲۲

مادہ کی تسخیر کا محض یہ مقصد ہونا چاہیے کہ اس کے ذریعے سے روحانی طاقت حاصل کی جائے گی، جیسا کہ سورہ بقرہ کی آیت ۲۷۴ میں مال خرچ کرنے والوں کے لیے اجر عظیم بتایا گیا ہے اور انھیں خوف اور غم سے آزاد قرار دیا گیا ہے۔ معقول مادیت کو اسلام میں اس لیے جائز قرار دیا گیا ہے کہ اس کا حصول دوسروں کی محتاجی سے نجات دلاتا ہے۔ کردار کی مضبوطی میں مادی آسودگی کا اہم
کردار ہے۔ جھوٹ، فریب، دھوکہ دہی جیسے عیوب سے خود کو پاک رکھنے کے لیے مادی حصول کے کچھ مناسب ذرائع کا ہاتھ میں رکھنا جائز ہے۔ مادی حدود کے تعین میں مولانا روم کے اشعار آپ ﷺ کی حدیث کے تناظر میں خوبصورت وضاحت کرتے ہیں:

"مال را گر بہر دین باشی حمول
نعم مال صالح گفتار سول ﷺ
آب در کشتی ہلاک کشتی است
زیر کشتی بہر کشتی پشتی است" ۲۳

مال اگر دین کی ترویج کے لیے حاصل کیا جائے تو وہ انسان کے لیے بہتر ہے۔ ترقیءدین کے لیے مال حاصل کرنا ایسے ہی ضروری ہے جس طرح کشتی کے لیے پانی ضروری ہے مگر کشتی اور پانی کا تعلق بیرونی سطح تک ہے۔ یہی پانی اگر کشتی کے اندر داخل ہو جائے تو اس سے کشتی ڈوب جائے گی۔ انسان کو مال سے تعلق خارجی ضروریات کے لیے رکھنا چاہیے نہ کہ اسے روح میں حلول کر لیا جائے جس سے روح کا تعلق دنیا سے مضبوط سے مضبوط تر ہوتا چلا جائے اور آخر ایک دن انسان دنیا کا ہی ہو کر رہ جائے۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ انسان کی دنیا کی زندگی ایک مسافر کی مانند ہے اگر یہ مسافر دنیا کے مال و متاع میں گم ہو جائے گا تو اپنی دائمی زندگی کو فراموش کر بیٹھے گا۔ اقبال جانتے تھے کہ مسلمان جس قدر باطنی طور پر مضبوط ہوں گے اس قدر ہی ان کی زندگیاں مثالی بن کر سامنے آئیں گی۔ ایک مثالی شخصیت اپنے معاشرے کے لیے حتیٰ کہ پوری امت کے لیے نمونے کا کام کر سکتی ہے۔

"سبق پھر پڑھ صداقت کا، عدالت کا، شجاعت کا
لیا جائے گا تجھ سے کام دنیا کی امامت کا
یہی مقصودِ فطرت ہے، یہی رمزِ مسلمانی
اُخوت کی جہاں گیری، محبت کی فراوانی" ۲۴

انسان کو اللہ تعالیٰ نے دینِ حق پر پیدا کیا ہے اور اس کی فطرت میں کچھ ایسے اوصاف رکھ دیے ہیں جو غیرِ حق لوگوں کو نصیب نہیں ہوتے۔ شخصیت سازی کے اصول قرآن اور اقبال کی شاعری سے تلاش کرتے ہوئے یہ بات سامنے آئی ہے کہ مسلمانوں کو اپنے خُفتہ اوصاف کو بیدار کرنے کی ضرورت ہے۔ شخص کے کرداری اوصاف میں صداقت، شجاعت اور عدالت کو بنیادی مقام حاصل ہے۔ قولی اور فعلی صداقت جب کسی شخصیت کا حصہ بن جاتی ہے تو وہ شخصیت معاشرے میں معتبر مقام حاصل کرلیتی ہے۔آپ ﷺ کی صداقت کی وجہ مشرکینِ مکہ اپنی امانتیں اُن کے پاس رکھتے تھے اور اپنے معاملات میں انصاف کے لیے اُن کو قاضی مقرر کرتے تھے۔ حضرت عمرؓ اور حضرت علیؓ کی بالترتیب عدالت اور شجاعت کی وجہ سے غیر مسلم آج بھی اُن کی مثالیں اپنے معاشروں میں رکھتے ہیں۔یہی وہ اوصفاف ہیں جن کے بل بوتے ہیں دنیا کی امامت نصیب ہوتی ہے۔"اقبال کی طویل نظمیں فکری وفنی جائزہ"میں طلوع اسلام کی شرح میں ڈاکٹر رفیع الدین ہاشمی مسلمانوں کے کردار کی خصوصیات کے ضمن میں لکھتے ہیں:

"مسلمان اگر اپنے مرتبے و منصب کا شعوری احساس رکھتا ہے تو پھر ان عظیم ذمہ داریوں سے عہدہ برآ ہونے کے لیے، جن کے تصور سے زمین اور پہاڑ لرز گئے تھے اور انھوں نے خلافت کا بوجھ اٹھانے سے انکار کر دیا تھا، مسلمان کو اپنے عمل و کردار میں وہ پختگی اور مضبوطی پیدا کرنا ہوگی، جو اس بوجھ کو اٹھانے کے لیے ضروری ہے۔اقبال کے نزدیک مسلمان کو اپنے عمل و کردار کے ذریعے خود کو اس منصب کا اہل ثابت کرنا ہوگا۔بنیادی طور پر دنیا کی امامت کے لیے صداقت، عدالت اور شجاعت کی تین خصوصیات ضروری ہیں۔۔۔ مسلمانوں کو اپنے کردار میں زورِ حیدرؓ، فقرابوذرؓ اور صدقِ سلمانیؓ پیدا کرنے کی ضرورت ہے۔" ۲۵

مسلمان کا ایمان محکومی میں بھی شعلہ جوالہ ہے وہ استبداد اور چنگیزی ظلم و ستم کے خلاف جب سینہ سپر ہو جاتا ہے تو باطل کو منہ موڑے ہی بنتی ہے۔اقبال برصغیر کے مسلمانوں کو اپنے گریبانوں میں جھانکنے کی نصیحت کر رہے تھے تاکہ اُن کی شخصیات صحابہ کرامؓ کا عکس نظر آئیں۔ایسے عکوس میں محمد بن قاسم، طارق بن زیاد سلطان محمد فاتح، صلاح الدین ایوبی، ٹیپو سلطان اور محمد علی جناح جیسے چہرے نمودار ہوتے ہیں۔انفرادی سطح پر جب اشخاص مثالی شخصیت اپنا لیتے ہیں تو اُن افراد سے مل کر بننے والی قوم دنیا کے لیے راہنما، اپنی نوعیت کی آزاد اور تقدیر ساز بن جاتی ہے۔

ہندومت، بدھ مت اور عیسائیت کے نام نہاد حواری بنیادی طور انسنی جوہر سے مقابلہ کرنے کی سکت نہیں رکھتے اور انسانی شخصیت کو غم والم کے لیے مجبورِ محض بنادیتے ہیں۔ان مذاہب کے ماننے والے کمزور ناتواں اشخاص تحفظِ ذات کے لیے ترکِ دنیا یا نفی ذات پر اتر آتے ہیں جس کا نتیجہ یہ نکلتا ہے یہ لوگ اپنی شخصیت کے حقیقی اوصاف کو ابھرنے اور پنپنے کا موقع نہیں دیتے۔جب یہ کمزور طبقہ تسخیر مادہ کی بجائے اس کے سامنے ہتھیار پھینک دیتا ہے تو اس کے نتیجے کے طور پر طاقتور طبقہ روحانیت کے خول میں خود کو لپیٹ کر ان کی اصلاح کے لیے میدان میں آجاتا ہے اور پھر ان کے جان ومال پر ناز کرتا ہے۔سورہ توبہ کی آیت ۱۲۹ میں اللہ تعالیٰ نے ایسے ہی پادریوں اور جوگیوں کے لیے دردناک عذاب کی خوشخبری سنائی ہے جو دوسروں کا مال ناحق کھاجاتے ہیں۔

شخص کی وراثت میں ایک روایت موجود ہوتی ہے اور مسلمانوں کی روایت میں اسلام جیسی مکمل روایت ہے۔اسلام کے ماننے والوں کے لیے قرآن اور آپ ﷺ کا فرمان ہدایت کا مینارہ نور موجود ہے۔قرآن سے جتنا تعلق مضبوط ہوگا اس قدر ہی نکھری ہوئی شخصیت ابھر کر سامنے آئے گی۔قرآن، احادیث اور بزرگانِ دین کی زندگیوں کا مطالعہ کرنے کے بعد اس نتیجے پر پہنچے ہیں جو افراد یا اقوام دنیا میں کامیاب ہوئی ہیں انھوں نے اپنے آسمانی مذہب سے ناطہ جوڑا ہے اور علم کی بازیافت میں تحقیق کا دامن تھاما ہے۔معاشرے میں بااثر بننے کے لیے اخلاقی اوصاف کو اپنایا ہے اور دنیا پر اپنا غلبہ جمانے کے لیے عمل جیسی قوت کو بطور ہتھیار آزمایا ہے۔علم کا تعلق دین الٰہی اور عمل کا تعلق کردار کے ساتھ جوڑ کر آگے بڑھنے والا شخص مثالی شخصیت کا نمونہ بن جاتا ہے۔اقبال نے قرآن سے مدد لینے اور علم سے آگے بڑھ کر عمل کا وصف بنانے کی تبلیغ کی ہے۔

حوالہ جات

۱۔القرآن، سورہ اعراف، پارہ۸، آیت ۵۱

۲۔غلام مصطفےٰ خان، ڈاکٹر، اقبال اور قرآن، اقبال اکادمی پاکستان، لاہور، (طبع نہم)۲۰۱۶ء، ص ۱۴

۳۔محمد اقبال، علامہ، رموز بے خودی، ص ۱۶۸

۴۔غلام مصطفےٰ خان، ڈاکٹر، اقبال اور قرآن، اقبال اکادمی پاکستان، لاہور، (طبع نہم)۲۰۱۶ء، ص ۱۵

۵۔القرآن، سورہ الانعام، آیت ۱۶۲

۶۔محمد اقبال، علامہ، اسلام اور مسلمان (مشمول) شرح ضربِ کلیم، سنگ میل پبلیکشنز، لاہور، ۲۰۰۵ء، ص ۱۰

۷۔طاہر فاروقی، ڈاکٹر، اقبال اور محبت رسول ﷺ، ص ۳۲

۸۔ایضاً ص ۳۲۔۳۳

۹۔عبد السلام بن محمد، حافظ، تفسیر القرآن الکریم (جلد اول)، دار الاندلس، لاہور، سورہ نساء آیت ۳۸۸

۱۰۔القرآن، سورہ الروم، پارہ ۲۱، آیت ۳۰

۱۱۔یوسف سلیم چشتی، شرح ارمغان حجاز، مکتبہ تعمیر انسانیت، لاہور، س ن، ص ۶۹

۱۲۔ایضاً ص ۷۵

۱۳۔محمد اقبال، علامہ، کلیات اقبال مع شرح، مکتبہ دانیال، سنز، لاہور، س ن، ص ۳۲۰

۱۴۔محمد اقبال، علامہ، کلیاتِ اقبال، سنگِ میل پبلی کیشنز، لاہور، ۲۰۱۷ء، ص ۲۱۶

۱۵۔القرآن، سورہ النحل، پارہ ۱۴، آیت ۹۷

۱۶۔یوسف سلیم چشتی، شرح ارمغان حجاز، مکتبہ تعمیر انسانیت، لاہور، س ن، ص ۶۹

۱۷۔محمد اقبال، علامہ، رموز بیخودی، ص ۲۳

۱۸۔ایضاً ص ۲۴

۱۹۔ابوالکلام آزاد، مولانا، تصورِ قرآن، مکتبہ ء جمال لاہور، ۲۰۰۶ء، ص ۱۳۳

۲۰۔محمد اقبال، علامہ، جلال و جمال (مشمولہ) ضرب کلیم، کلیات اقبال، سنگِ میل پبلیکشنز، لاہور ۲۰۱۷ء ص ۲۹۶

۲۱۔محمد اقبال، علامہ، سلطانی (مشمولہ) ضرب کلیم، کلیات اقبال، سنگِ میل پبلیکشنز، لاہور ۲۰۱۷ء ص ۲۶۲

۲۲۔غلام عمر، ڈاکٹر، اقبال کا انسان کامل، مکتبہ عالیہ، لاہور، ۱۹۷۷ء ص ۸۵

۲۳۔عبدالحکیم خلیفہ، فکرِ اقبال، اشاعت، (ہشتم) بزمِ اقبال، لاہور، س ن، ص ۲۴

۲۴۔محمد اقبال، علامہ، طلوعِ اسلام (مشمولہ) کلیاتِ اقبال، سنگِ میل پبلی کیشنز، لاہور، ۲۰۱۷ء، ص ۱۶۸

۲۵۔رفیع الدین ہاشمی، ڈاکٹر، اقبال کی طویل نظمیں فکری و فنی جائزہ، اقبال اکادمی، لاہور، ۱۹۷۴ء ص ۱۲۱، ۱۲۰

References:

1. Qur'an, Surah Araf, Para 8, Verse 51
2. Ghulam Mustafa Khan, Doctor, Iqbal and the Qur'an, Iqbal Academy, Pakistan, Lahore, 2016, p. 14
3. Muhammad Iqbal, Allama, Ramoz Bekhudi, p. 168
4. Ghulam Mustafa Khan, Doctor, Iqbal and the Qur'an, Iqbal Academy, Pakistan, Lahore, 2016, p. 15
5. Al-Qur'an, Surah Al-Anam, verse 162
6. Muhammad Iqbal, Allama, Islam and Muslims (content) Sharh Zarb-e-Kaleem, Milestone Publications, Lahore, 2005, p. 10

7. Tahir Farooqi, Doctor, Iqbal and Love of the Prophet (peace be upon him), p. 32

8. Ibid. pp. 32-33

9. Abd al-Salam ibn Muhammad, Hafiz, Tafsir al-Qur'an al-Karim (Vol. 1), Dar-ul-Andalus, Lahore, Surah Nisa verse 388

10. Qur'an, Sura al-Rum, para 21, verse 30

11. Yusuf Saleem Chishti, Sharh Armaghan Hejaz, Maktaba Nirman-e-Insaniyat, Lahore, SN, p. 69

12. Ibid. p. 75

13. Muhammad Iqbal, Allama, Kaliyat Iqbal with Sharh, Maktaba Daniyal, Sons, Lahore, SN, p. 320

14. Muhammad Iqbal, Allama, Kaliyat Iqbal, Milestone Publications, Lahore, 2017, p. 216

15. Qur'an, Surah Al-Nahl, Para 14, Verse 97

16. Yusuf Saleem Chishti, Sharh Armaghan Hejaz, Maktaba Nirman-e-Insaniyat, Lahore, SN, p. 69

17. Muhammad Iqbal, Allama, Ramozbi Khudi, p. 23

18. Ibid. p. 24

19. Abul Kalam Azad, Maulana, the Concept of the Qur'an, Maktaba Jamal, Lahore,

2006, p. 133

20. Muhammad Iqbal, Allama, Jalal and Jamal (content) Zarb Kaleem, Kaliyat Iqbal, Milestone Publications, Lahore, 2017, p. 296
21. Muhammad Iqbal, Allama, Sultani (content) Zarb Kaleem, Kaliyat Iqbal, Milestone Publications, Lahore, 2017, p. 262
22. Ghulam Umar, Doctor, Iqbal Ka Insaan Kamil, Maktaba Alia, Lahore, 1977, p. 85
23. Abdul Hakeem Khalifa, Fikr-e-Iqbal, Publication, (VIII), Bazm Iqbal, Lahore, SN, p. 24
24. Muhammad Iqbal, Allama, Tolo-e-Islam (content) Kaliat Iqbal, Milestone Publications, Lahore, 2017, p. 168
25. Rafi-ud-Din Hashmi, Dr. Iqbal's long poems Fikri Fulni Review, Iqbal Academy, Lahore, 1974, pp. 120,121